یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی روشنی میں طلاق کا تصور اور طریقہ کار، ایک تحقیقی جائزہ

The concept and practice of divorce in the light of Judaism, Christianity and Islam, a research review

Dr. Muhammad Sarfraz Khlid
Associate Professor, Dept. of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore:
drsarfrazkhalid@lgu.edu.pk

Dr. Abdul Aziz
Lecturer, Department of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali, Mianwali:
draziz@umw.edu.pk

Dr. Muhammad Azam
PhD Islamic Studies, Department of Islamic Studies The Islamia University of Bahawalpur:
azam.panuhan@gmail.com

Abstract:

Jews, Christians and Muslims have similarities in beliefs and many religious teachings, the study of which makes it easier for us to understand religions and divine teachings. If we understand these teachings in the light of the original sources of these religions, we find that many teachings and orders in these religions are interpretations of each other. According to Bani Israel, they are God's chosen people and are the most honorable of all the people living on earth. Cannot get status. The basic sources of the Jewish religion are the scriptures that Allah revealed to Hazrat Musa (peace be upon him). The collection of these scriptures is called the Torah.The primary sources for Jews are the scriptures that were revealed to Prophet Moses, called the Torah. Muslims consider the Torah, which according to their belief was revealed to the Messenger of Allah, Musa, as a holy book, and believe in it as part of their faith, but consider the current Torah distorted and their Teachings and orders are considered abrogated compared to the Holy Quran.

Keywords: *Jews, Christians, Muslims, Divorce, Torah, Holy Quran*

تمہید:

یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں عقائد اور بہت سی دینی تعلیمات میں یکسانیت ہے جن کے مطالعہ سے ہمیں مذاہب اور آسمانی تعلیمات کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اگر ہم ان تعلیمات کو ان کے ان مذاہب کے اصلی مآخذ کی روشنی میں سمجھیں تو ہمیں ان مذاہب میں بہت سی تعلیمات اور احکامات ایک دوسرے کی تشریح معلوم ہوتے ہیں۔ یہودی مذہب اسلام کی نسبت قدیم مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کے عقائد کے مطابق بنی اسرائیل خدا کے منتخب کردہ لوگ ہیں اور زمین پر بسنے والے تمام انسانوں میں سے زیادہ عزت والے ہیں۔ یہ مذہب نسلی بنیادوں پر یعنی صرف اولاد یعقوبؑ پر محیط ہے کوئی غیر بنی اسرائیل اس مذہب میں داخل ہو کر نسلی یہودی کی مذہبی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہودی مذہب کے بنیادی مآخذ وہ صحائف ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائے۔ ان صحائف کا مجموعہ تورات کہلاتا ہے۔

یہود کے لیے بنیادی مآخذ وہ صحیفے ہیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئے جنہیں تورات کہتے ہیں۔ مسلمان اس تورات کو، جو ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی، مقدس کتاب مانتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کو اپنے عقیدے کا جزو سمجھتے ہیں، لیکن موجودہ تورات کو تحریف شدہ تصور کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات اور احکامات کو قرآن کریم کے مقابلے میں منسوخ سمجھتے ہیں۔

طلاق کے معنی اور مفہوم:

طلاق کا معنی کسی بندھن سے آزاد کرنے کے ہیں۔ محاورہ ہے:الطلقت البعیر من عقالہ و طلقتہ، یعنی میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ طالق و طلق وہ اونٹ جو مقید نہ ہو اسی سے طلقت المرءۃ کا محاورہ مستعار ہے۔ میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا ایسی عورت کو مطلقہ کہا جاتا ہے۔[1]

---

[1]۔ اصفہانی، راغب امام، مفردات القرآن (مترجم مولانا عبدہ الفلاح فیروزپوری) اسلامی اکیڈمی لاہور 2000 جلد ۲ ص 72

امام راغبؒ نے طلاق کے بنیادی معنی کسی بندھن سے آزاد کرنا اور نجات دینا بتائے ہیں۔[2]

انگریزی زبان میں طلاق کیلئے divorce کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو لاطینی زبان کے لفظ divortium سے اخذ شدہ ہے۔

Divorce: The dissolution in whole or in part, of the tie of marriage.[3]

قرآن پاک میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ[4]

"اے نبی ﷺ! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔"

نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے اور، قرآن پاک نے بھی اسے بندھن اور گرہ، نیز میثاق غلیظ (سخت قسم کا عہد) قرار دیا ہے۔ طلاق کسی بندھن اور گرہ کو کھول دینے اور سخت عہد توڑ دینے کا نام ہے۔

تمام بنی نوع انسان کیلئے مختلف زمانوں اور اقوام پر احکام الٰہی نازل ہوتے رہے اس لیے دینی یکسانیت ان میں ابھی بھی موجود ہے حالانکہ ان میں زمانہ گزرنے کے ساتھ تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہیں۔ بنی نوع انسان کی بقاء کیلئے ان احکام میں ایک حکم قانون شادی ہے۔ شادی کا رشتہ دائمی کیلئے ہوتا ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کو توڑا نہ جائے جبکہ طاغوتی طاقتیں اس کو توڑنے میں لگی رہتی ہیں اور شیطان ازواج میں پھوٹ ڈال کر خوش ہوتا ہے۔ روایت میں ہے:

---

[2]۔ اصفہانی، راغب امام، مفرادت القرآن (مترجم مولانا عبدہ الفلاح فیروز پوری) اسلامی اکیڈمی لاہور 8 200 جلد ۲ ص306
[3]۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، جلد 08 ایڈیشن 11,1910 ص334
[4]۔ القرآن سورۃ الطلاق 01

عن جابر رضي الله عنه ، قال: قال رسول الله ﷺ : «إنَّ إبليسَ يضعُ عرْشَه على الماء، ثم يَبْعَثُ سَرَاياه، فأدْناهم منه منزِلةً أعظمُهم فتنةً، يجيء أحدهم فيقول: فعلتُ كذا وكذا، فيقول: ما صنعتَ شيئًا. قال: ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركتُه حتى فَرَّقتُ بينه وبين امرأتِه، قال: فيُدْنِيه منه ويقول: نعم أنت». قال الأعمش: أراه قال: «فيَلْتَزِمُه»[5]

سیدنا جابر سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان اپنے تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو دنیا میں فساد کرنے بھیجتا ہے۔ سو اس سے مرتبہ میں زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو بڑا فساد ڈالے۔ کوئی شیطان ان میں سے آکر کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کام کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر کوئی آکر کہتا ہے میں نے فلاں کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ جدائی کرادی اس میں اور اس کی بیوی میں۔ تو اس کو اپنے پاس کرلیتا ہے کہ ہاں تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اعمش نے کہا: اس کو چمٹالیتا ہے۔

اس لیے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کروانا یا تفریق کا ہونا بہت بڑا فتنہ ہے اس کی وجہ سے بعض دفعہ خاندانوں میں فساد برپا ہو جاتا ہے جبکہ بعض دفعہ خاوند اور بیوی کا اکٹھا رہنا محال ہو جاتا ہے اور دونوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ سامی ادیان (یہودیت، مسیحیت، اسلام) میں اس کا طریقہ بتایا گیا ہے تاکہ دونوں احسن طریقے سے الگ ہو سکیں۔ یہودیت، عیساعیت اور اسلام میں طلاق کے تقابلی جائزہ کے عنوان پر تحقیقی کام نہ ہونے برابر ہے۔ اس آرٹیکل میں ان تینوں مذاہب کے حوالے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اہل یہود میں طلاق کی حیثیت:

جس طرح مختلف مذاہب اور اقوام میں قوانین و ضوابط بنائے گئے تھے کہ میاں بیوی کا تعلق قائم رکھا جائے اسی طرح یہودیت میں بھی مختلف قوانین و ضوابط بنائے گئے۔ طلاق کا اختیار یہودیت میں صرف شوہر کو حاصل تھا۔ وہ جب چاہتا اپنی بیوی کو گھر سے بیدخل کر دیتا تھا کیوں کہ اہل یہود میں قدیم عہد میں نکاح و طلاق کی

[5] ۔ مسلم ابوالحسین مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، مکتبہ دار لسلام الریاض 2009، حدیث 7106

حیثیت فقط ایک معاہدے جیسے رہی اور نکاح کی طرح طلاق کو بھی معاشرتی رویے کا ایک حصہ قرار دیا جاتا رہا۔ لیکن جب دستور سازی کی گئی تو طلاق قبیح فعل قرار پایا جبکہ عورت کی معمولی غلطی پر بھی مرد طلاق کا حق استعمال کر سکتا تھا اور بغیر وجہ کے طلاق دینے کو بھی کوئی غلط فعل قرار نہیں دیتا جبکہ اس کے بر خلاف تالمود سے متعلقہ ربی نکاح کو ایک مقدس و مقرب رشتہ قرار دیتے ہیں جبکہ طلاق کو غیر مقدس عمل مانتے ہیں۔ جبکہ در حقیقت طلاق ایک مذموم فعل ہے جیسا کہ عہد نامہ قدیم میں ذکر کیا گیا ہے: "کیونکہ خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے میں طلاق سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے۔ رب الافواج فرماتا ہے اس لیے تم اپنے نفس سے خبر دار رہو تاکہ بے وفائی نہ کرو۔" جبکہ مشناء، جو کہ یہودی فقہی قوانین اور فروعی مسائل پر مبنی کتاب ہے جو متعدد علمائے یہود نے تقریباً دو صدیوں میں مرتب کی ہے، میں مذکور ہے۔[6]

> The School of Shammai say: A man may not divorce his wife unless he has found unchastity in her, for it is written, because he hath found in her indecency in anything. And the School of Hillel say: [He may divorce her] even if she spoiled a dish for him, for it is written, because he hath found in her indecency in anything. R.Akiba says: Even if the found another fairer than she, for it is written.[7]

(Shammai) مسلک کے مطابق جب تک عورت میں نامعقولیت عیاں نہ ہو جائے ایک مرد کو اس وقت تک طلاق نہیں دینی چاہیے۔ جبکہ بمطابق (Hillel) مسلک کوئی مرد کھانے کی خرابی پر بھی طلاق دے سکتا ہے اور (R.Akiba) کے مطابق۔ جبکہ اسے اپنی زوجہ سے کوئی اور زیادہ خوبصورت عورت ملے اور وہ اس بات پر طلاق نامہ لکھ دے۔

---

[6] ۔پیدائش 2:16

[7] -Mishna, Trans, Herbert, Danby, (Newyork Oxford University 1993) P321.

قوانین یہودیت میں مرد ہی طلاق دینے کا حق رکھتا ہے۔ مرد کو اختیار حاصل ہے چاہے تو کسی سبب سے طلاق دے یا بغیر کسی سبب کے طلاق دے۔ تالمود میں یہاں تک وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو محض اس بات پر بھی طلاق دے سکتا ہے کہ اس کی بیوی نے کھانا خراب کر دیا ہو۔ یا اپنی بیوی کے علاوہ کوئی اور پر کشش و خوبصورت عورت مل جائے اور بایں وجوہ طلاق دینے میں عورت کی رضا کو کچھ دخل نہیں۔ اگر کوئی عورت بدکاری کی مرتکب ہو خاوند کے لیے ضروری ہے کہ اس کو طلاق دے۔ اگرچہ خاوند اس کو معاف بھی کر لے۔

عہد قدیم میں اول مذکورہ درج طلاق کی مذمت کے باوجود اہل یہود میں طلاق کو بہت زیادہ مذموم فعل نہیں سمجھا جاتا۔ خصوصاً اس وقت جب زوجین کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان ہو اور زندگی محض سمجھوتہ کرتے ہوئے بسر کرنا پڑے تو طلاق دے کر دونوں کی جدائی کر دینا ایسی زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔ اس طرح طلاق دینے کے امر کو مستحسن جانا جانے لگا۔

طلاق دینے کی صورت میں خاوند عقد نکاح کے وقت بیوی کی طرف سے جملہ تحریر شدہ شرائط کو پورا کرنے کا پابند ہوتا ہے اور طلاق کی صورت میں ان شرائط میں جو مال مذکور ہو، وہ خاوند کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ تورات جو کہ یہودیوں کا بنیادی ماخوذ ہے میں دوام نکاح کی ترغیب اور بوقت ضرورت طلاق دینے کے طریقہ کار نیز طلاق سے پہلے ان زوجین کو کن کوائف کی تکمیل کرنی چاہیے اس سے متعلق تفصیلی احکامات درج نہیں البتہ مشنا میں اس کے اختلافِ مسالک کی روشنی میں فروعی مسائل درج کیے گئے ہیں۔

یہودیت میں طلاق دینے کا طریقہ:

تورات کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ بہت سہل اور سادہ ہے۔ وہ یہ کہ خاوند ایک طلاق نامہ زوجہ کو دے کر اسے روانہ کر دے اور بیوی کسی بھی طرح شوہر کو طلاق دینے سے روکنے کا حق نہیں رکھتی۔ لیکن بعد میں طلاق دینے کے عمل کو ربیوں نے اجتہاد کے ذریعے پیچیدہ کر دیا۔ اس طرح کہ طلاق نامہ مخصوص طریقے سے لکھا

جائے پھر زوجہ کو دینا پھر زوجہ کا اس طلاق نامے کو وصول کرنا۔ ربیوں کی تنظیموں نے اس بات کو بھی لاگو کیا ہے کہ قبل از طلاق طلاق دینے والا کسی ربی سے مشورہ ضرور کرلے۔[8]

مشنا میں طلاق نامہ کے مفصلاً احکامات کو (GITTIN) کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے۔ آج کل یہودیوں میں معروف ہے، کہ طلاق چونکہ تحریری طور پر دی جاتی ہے تو اس تحریر کو جس میں خاوند رشتہ ازدواجیت کو ختم کرنے کی بات تحریر کرتا ہے اسے Get یا Gett کہتے ہیں، جبکہ تالمور کے مطابق اسے (SeferK'ritut) جس کے لفظی معنی "کاٹنے والا دستاویز" ہے اس سے مراد طلاق نامہ ہے۔[9]

طلاق نامے میں اس بات کو صراحتاً ذکر کیا جاتا ہے کہ اب یہ عورت کسی بھی دوسرے مرد سے شادی کیلئے آزاد ہے۔ اگر اپنی زوجہ کو صراحتاً متعین کر کے طلاق نامہ میں ذکر کیا تو طلاق نامہ قابل قبول ہو گا اور اگر فقط ضمائر، اشارات وکنایات پر اکتفاء کیا تو یہ طلاق نامہ قابل قبول نہ ہو گا جیسا کہ مشنا میں ذکر کیا گیا ہے؛

> "No Bill of divorce is valid that is not written expressly for the woman"[10]

"کوئی طلاق نامہ درست نہ ہو گا جبکہ اس میں صریح طور پر عورت کے لیے تحریر نہ ہو۔"

یہ بھی ضروری نہیں کہ خاوند زوجہ کو طلاق نامہ زوجہ کو دے، بلکہ وہ گواہوں کے ساتھ کسی وکیل کو طلاق نامہ دے کر بھیج سکتا ہے۔

وکیل کے ذریعے سے بھی طلاق نامہ بھیج سکتا ہے اور طلاق بھیجنے کے بعد اگر خاوند طلاق سے رجوع کرنا چاہیے تو رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اگر زوجہ کو پہلے طلاق نامہ مل جائے یا خود خاوند رجوع کرنے کے لیے پہنچ جائے یا بعد میں خاوند کے رجوع کا پیغام ملے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مشنا میں مذکور ہے۔

---

[8] -Mishna, Trans, Herbert, Danby, (Newyork Oxford University 1993) P311.
[9] -Divorce Level Basic "Jewish Attitude towards divorce" October 02, 2019
[10] -Danby,Themishnah p309

" If a man said, " deliver this bill of divorce to my wife' or 'this writ of emancipation to my salve", and he wished in either case to retract, he may retract."[11]

"اگر کوئی شخص کہے، یہ طلاق نامہ میری زوجہ کو دے دو یا یہ آزادی کا تحریری نامہ میرے غلام کو دے دو اور وہ کسی بھی طرح اس سے رجوع کرنا چاہتا ہو تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔"

"If a man sent a bill of divorce to his wife and then overtook the messenger or sent another messenger after him, and said to him, " the bill of divorce that I give to thee is void", it thereby becomes void. If he reached his wife first or sent another messenger to her, and said to her, " the bill of divorce that I have sent to thee is void", it thereby becomes void but [if he or the messenger reached her] after the bill of divorce came into her hand, he can no more render it void."[12]

اگر کوئی شخص طلاق نامہ اپنی زوجہ کو بھجوائے اور پھر پیغام بھیجنے والے کو منع کرے یا ایک اور پیغام لے جانے والا بھیجے جو پہلے پیغام رساں کو بتائے کہ "جو طلاق نامہ میں نے تمہیں دیا ہے وہ منسوخ ہے، تو وہ طلاق نامہ باطل ہو جائے گا۔ اگر دوسرا قاصد پیغام لے کر پہلے والے پیغام رساں سے پہلے پہنچا یا خاوند نے ایک اور پیغام براہ راست زوجہ کی طرف بھیجا (کبھی پہلے والے طلاق نامے کے پہنچنے کے) اور اس (دوسرے) پیغام میں مذکور ہو "میں نے جو طلاق نامہ بھیجا تھا وہ منسوخ ہے" تو طلاق باطل ہو گا۔ لیکن اگر خاوند یا دوسرا پیغام رساں، پہلے والے قاصد کے بعد پہنچا اس حال میں کہ طلاق نامہ زوجہ کے ہاتھ پہنچ چکا تھا تو طلاق باطل نہ ہو گی۔

---

[11] -Ibid,307
[12] -Ibid 310

خاوند طلاق نامہ کسی سے بھی لکھوا سکتا ہے لیکن مخصوص اوصاف کے حامل افراد ہی طلاق نامہ دینے پر متعین ہیں۔ جن کی تفصیل مشنا میں اس طرح مذکور ہے:

> "All are qualified to write a bill of divorce, even a deaf-mute, and imbecile, or a minor…. All are qualified to bring a bill of divorce, excepting a deaf-mute, and imbecile, a minor, a blind man, or a gentile."[13]

"سب لوگ طلاق نامہ لکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں یہاں تک کہ گونگا، بہرا، کم عقل یا نابالغ۔ اور تمام لوگ طلاق نامہ لانے کی اہلیت رکھتے ہیں سوائے بہرے، گونگے، کم عقل، نابالغ، نابینا یا غیر یہودی کے۔"

مفقود ہونے کی صورت بارے مشنا میں یوں مذکور ہے:

> " If a man brought a bill of divorce and lost it but straightway found it again, it remains valid; otherwise it becomes invalid."[14]

"اگر کوئی شخص طلاق نامہ لا رہا تھا اور پھر اس سے وہ طلاق نامہ کھو جائے اگر فوراً وہی واپس مل جائے تو طلاق درست ہو گا بصورت دیگر وہ طلاق نامہ درست نہ ہو گا۔"

خاوند اگر دور دراز علاقے سے طلاق نامہ بھیجنا چاہتا ہے تو اسے گواہوں کی موجودگی میں طلاق نامہ لکھوانا اور اس پر دستخط کرنا ضروری ہو گا اور پھر زوجہ کو طلاق نامہ دیتے وقت یہ گواہ اپنے حضوریت میں خاوند کی تحریر اور دستخط کرنے پر گواہی دیں گے۔ لہذا جس کا ذکر مشنا میں یوں ہے:

> "If a man brought a bill of divorce from beyond the sea he must say, "it was written in my presence and it was signed in my presence."[15]

13 -Ibid308
14 -Ibid 309

اگر کوئی شخص طلاق نامہ لائے سمندر پار سے تو اسے لازم ہے کہ یوں کہے، "یہ تحریر میری موجودگی میں لکھی گئی ہے اور اس پر میری موجودگی میں دستخط کیے گئے ہیں۔"

زوجہ اسرائیل کی زمیں میں رہنے والی ہو اور شوہر اسراویل کی زمیں سے باہر سمندر پار رہتا ہو تو اس کی تفصیل کے بارے مذکور ہے کہ جب تک عورت طلاق نامہ وصول نہ کرلے اور خاوند نکاح کے معاہدے کی شرائط کے مطابق عورت کی جملہ منقولہ وغیر منقولہ اموال ادانہ کرلے تب تک طلاق واقع نہیں ہوتی اور نکاح برقرار رہتا ہے۔

مسیحیت اور طلاق:

یہود کی برعکس مسیحیت میں طلاق کے عمل کو سخت ناپسند کیا گیا ہے بلکہ اس عمل کو گناہ عظیم تصور کیا گیا ہے۔ مسیحیت میں طلاق کی بالکل بھی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ مسیحیت کے نزدیک یہ ایک ایسا دائمی رشتہ ہے جو خدانے خود بنایا ہے اس لیے اس کو توڑنا یا ختم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ عہد نامہ جدید میں ہے: " پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لیے جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے۔"[16]

عیسائیت کے مطابق موسیٰؑ نے لوگوں کے دلوں کی سختی کی وجہ سے طلاق دینے کی کھلی اجازت دی تھی۔ دوسرا یہ کہ شریعت کا مقصد بیوی کو شوہر کے ظلم سے تحفظ دینا تھا۔ موسوی دور کے مرد دل کے بہت سخت تھے جس کی وجہ سے موسیٰؑ نے مردوں کو اپنی بیویوں کو طلاق دینے کی اجازت دی تھی۔ عیساعیت کے مطابق خدا نے ازدواجی

---

[15] -Ibid 307

[16]۔ متی باب 19 آیت 06

زندگی کو اس طرح قائم کر دیا ہے کہ ان میں تکمیل ہونے والے نکاح کو کبھی بھی منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے اس قانون کو ختم کرنے کیلئے کلیسا کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ عیساعیت میں نکاح کے بعد زوجین ایک جسم بن جاتے ہیں اور ان کو ایک جسم بنانے والی ذات خدا کی ہی ہے۔ اس لیے ان کے رشتے کو ختم کرنا کسی کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ اس لیے میسیحیت میں صرف ایک راستہ ایسا ہے جس کی وجہ سے طلاق ہو سکتی ہے اور وہ زنا کاری ہے۔ انجیل متی میں ہے:

"یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔"[17]

یہود کے بر عکس میسیحیت میں طلاق دینا حرام اور سخت گناہ سمجھا جاتا ہے اور سوائے عورت کے زانیہ ہونے کے اور کسی صورت میں طلاق کی اجازت نہیں دی جاتی۔ چنانچہ انجیل مرقس میں ہے کہ " جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کیا، اس نے زنا کیا۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دے کر کسی اور سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا۔"[18]

پھر بھی بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جن میں مختلف حالات کی وجہ سے عملی طور پر مشکل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں کلیسا جوڑے کی علیحدگی کی اجازت دیتی ہے۔ زوجین کا خدا کے سامنے میاں بیوی ہونا ختم نہیں ہو جاتا اور نہ ہی وہ نیا نکاح کر سکتے ہیں۔ ایسی مشکل حالت میں بھی ان کے مطابق بہتر یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو رشتے کو بحال کیا جائے۔

---

[17]۔ متی: باب 5 آیت 31,32

[18]۔ مرقس: باب 10 آیت 11,12

اس کے بعد دو وجوہات ایسی ہیں جن کی بنیاد پر مسیحیت میں طلاق ہو سکتی ہے۔

1۔ ایمان کو خطرہ ہو:

یعنی عیساعیت میں اگر خاوند یا بیوی دونوں میں کوئی ایک اپنا عقیدہ چھوڑ دے تو دوسرے فرد کو چاہیے کہ وہ کوشش کرتا رہے کہ اس کا جیون ساتھی دوبارہ اپنے مذہب یعنی عیساعت کی طرف واپس آ جائے ورنہ بہتر یہی ہے کہ اس سے جدا ہو جائے

2۔ جان کا خطرہ ہو تو اسے بچانے کیلئے جان دی جا سکتی ہے:

اگر کسی کو اپنے جیون ساتھی سے جان کا خطرہ ہو تو اس سے الگ ہو سکتا ہے اور یہ صرف اس حالت میں جائز ہے ورنہ اس کی اجازت بالکل نہیں۔ بنائے بریں مسیحیت میں طلاق شجر ممنوع تھی اور کئی ازواج کی بھی ممانعت تھی

دین اسلام میں طلاق دینے کا تصور:

شریعت اسلام میں طلاق ایک جائز عمل تو ہے مگر اس کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اِلا یہ کہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ باقی نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:ما احل الله شيئا ابغض اليه من الطلاق۔[19]

"اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں۔"

طلاق ایک ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے کوئی ایک گھر نہیں بلکہ پورا خاندان اور اس کے بہت سے افراد متاثر ہوتے ہیں اور ان کے اندر شر انگیزی، احساس محرومی اور سفاکیت جیسی شیطانی صفات بھی پیدا ہو سکتی ہیں اس

[19]۔ السنن ابو دائود، حدیث 2177

لیے اسلام میں طلاق نہ دینے کو بہتر سمجھا جاتا ہے سوائے اس کے جب اللہ کے مقرر کردہ حقوق کی ادائیگی مشکل ہو جائے۔اور انسان کی زندگی اجیرن ہو جائے

طلاق ایک ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے ایک گھر نہیں بلکہ پورا خاندان اور معاشرہ متاثر ہوتا ہے اور ان کے اندر حساس محرومی شر انگیزی، سفاکیت اور بربریت جیسی شیطانی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اسلام میں طلاق سے اجتناب بہتر سمجھا جاتا ہے سوائے اس کے جب اللہ کی مقرر کردہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" ” اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سے بھلائی پیدا کر دے۔[20]

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں طلاق دینا کس قدر ناپسندیدہ ہے۔ اس ناپسندیدگی کی علت نکاح سے حاصل ہونے والی انفرادی اور اجتماعی فوائد و ثمرات سے محرومی ہے، کیونکہ نکاح سے رفیقِ حیات سے جنسی بے اعتدالیوں سے تحفظ، راحت و تسکین کا حصول،افزائش نسل، بچوں کی تعلیم و تربیت، بہتر معاشی اور معاشرتی معاملات جیسے فوائد فقط زوجین کے باہمی خوشگوار تعلقات پر موقوف ہیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی حقوق مجروح اور ازدواجی تعلقات میں تناؤ کے ہو جائیں تو کئی گھرانے، خاندان اور نسلیں تک متاثر ہوتی ہیں اور متاثرہ افراد میں احساس محرومی، شر انگیزی، جرائم، اور سفاکیت جیسے جملہ شیطانی افعال معرض وجود میں آ سکتے ہیں جیسا کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے مطلب یہ ہے شیطان اپنے چیلوں کی کارگزاری سنتے ہوئے اس چیلے سے سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے اور اسے اپنے قریب کرتا ہے جو کہتا ہے "ماترکتہ حتی فرقت بینہ و بین امراتہ"” میں نے (ایک بندہ کو گمراہ

---

[20]۔القرآن 4:19

کرنا شروع کیا اور) اس وقت تک اس آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔"[21]

قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کوئی شخص اپنی زبان سے اپنی زوجہ کو طلاق کا لفظ کہہ کر یا نیت کے ساتھ کوئی ایسی بات کہے کہ جس سے طلاق دینا مطلوب و مقصود ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ خواہ ایسا غصے سے کہے یا مذاق سے کہے، بہر حال طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ثلاث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعه"[22]

یعنی "تین چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں چاہیے سنجیدگی سے کہا جائے یا ہنسی مذاق میں، ان کا اعتبار ہو گا۔ (وہ یہ ہے) نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔" اسلام میں فقط الفاظ طلاق کی ادائیگی سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طلاق کی اس قدر آسانی سے ادائیگی کے سبب ہر زوج کو شرعی طور پر طلاق دینے میں بہت احتیاط کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی لیے اس معاملے میں مذاق سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت میں طلاق دینے کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

1. طلاق سنت (مسنون طریقہ)
2. طلاق بدعت (مکروہ طریقہ)

طلاق سنت (مسنون طریقہ):

اس سے مراد ایسا طریقہ جس میں خاوند اپنی زوجہ کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق رجعی دے۔ اس کے دو طریقے ہیں:

1۔ طلاق احسن:

---

[21]۔ مسلم بن حجاج قشیری الصحیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایا (بیروت 1424ھ)

[22]۔ ابو دائود، السنن، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی الھزل، حدیث نمبر: 1:666,2194

طلاق احسن سے مراد ایسی طلاق رجعی کہ جس کے دینے کے بعد مکمل عدت گزرنے تک شوہر اپنی بیوی سے رجوع نہ کرے تو عورت کا نکاح ختم ہو جائے گا۔ اور اسے طلاق ہو جائے گی۔

عن ابن سيرين قال قال علي لو ان الناس اصابوا حد الطلاق ما ندم رجل على امراة يطلقها واحدة ثم يتركها حتى تحيض ثلاث حيض۔ [23]

ابن سیرینؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "اگر لوگ طلاق دینے کی حد کو پہنچ ہی گئے ہوں تو وہ شخص (طلاق دینے) پر نادم نہیں ہو گا جو عورت کو ایک طلاق دے اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ تین حیض گزر جائیں۔"

2۔ طلاق حسن:

اس سے مراد خاوند اپنی بیوی کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور تیسرے حیض سے فراغت کے بعد اس کی عدت بھی پوری ہو جائے گی لیکن تین طلاقوں کے بعد زوجین کی آپس کی رضامندی بھی ہو تو تب ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکے گا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے کہ :فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [24]

یعنی "پھر اگر اس کو تیسری بار طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو باہم رجوع کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشر طیکہ یقین کر لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ علم والوں کے لیے بیان کرتا ہے۔"

طلاق بدعت (مکروہ طریقہ):

[23]۔ ابن شیبہ، عبداللہ بن محمد مصنف ابن شیبہ (مترجم مولانا محمد اویس سرور) مکتبہ رحمانیہ لاہور، 2000 جلد 5 حدیث. 18039

[24]۔ القرآن 2:230

اس سے مراد وہ طریقہ ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ کیونکہ یہ طریقہ شرعاً ممنوع اور مکروہ ہے اس لیے اس طرح طلاق دینے والا گناہگاہ ہو گا لیکن پھر بھی طلاق ہو جائے گی اور میاں بیوی میں جدائی بھی واقع ہو جائے گی۔ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً بیوی کو حیض کی صورت میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں خاوند کا بیوی کو طلاق دینا جس میں اس نے جماع کیا ہو یا ایک طہر میں ایک سے زائد یا تین طلاقیں اکٹھی دینا۔ طلاق بدعت میں شامل ہے۔ اسی طرح ایک طہر میں دو طلاق دینا بھی طلاق بدعت ہے۔

طلاق بائن دینا:

بعض علمائے کرام کے ہاں طلاق بائن دینا بدعت ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے رقم فرمایا ہے: ” فالواحدة البائنۃبدعیۃ“[25] یعنی کہ طلاق بائن دینا بدعت ہے۔ لیکن امر ہذا میں اختلاف ہے بعض علمائے کرام طلاق بائن کو طلاق مطلق پر زیادتی قرار دیتے ہیں اور ضرورت سے زائد امر شمار کرتے ہوئے دو طلاقوں پر قیاس کر کے سنت کے خلاف کہتے ہیں اور بعض علما کے ہاں یہ امر وہ نہیں کیونکہ وہ ایک ہی طلاق سے نکاح کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ تو ایک طہر ایک طلاق واقع ہونے کی وجہ سے سنت کے خلاف نہیں ہے اسلامی فقہ میں نابالغہ بیوی کو اور عمر رسیدہ بیوی کو، کہ جسے حیض نہ آتا ہو ایک حیض کی جگہ ایک مہینے میں اس سے زیادہ طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ فقہائے کرام نے دو طہر کے درمیان حیض کو بطور فصل قرار دیا کہ طہر میں طلاق دی جائے اور حیض میں طلاق ممنوع ہے اور ایک طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے۔ جیسا کہ صاحب عنایہؒ نے نقل کیا ہے:" واذا كانت المراة لا تحيض من صغر او كبر فاراد ان يطلقها ثلاثا للسنۃ طلقها واحدة، فاذا مضى شهر طلقها اكرى، فاذا مضى شهر طلقها اخرى؛ لان الشهر فى حقها قائم مقام الحيض" [26] اور جب عورت ایسی ہو جسے حیض نہ آتے ہوں کم عمر (نابالغہ) ہونے یا عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے تو اسے اگر کوئی تین طلاق سنت دینا چاہتا ہو تو ایک طلاق دے پھر ایک مہینہ گزر جانے کے بعد دوسری طلاق دے اور پھر ایک مہینہ گزر

---

[25]۔ محمد امین ابن عابدین، رد المختار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1412) 231:3

[26]۔ محمد بن محمد، العنایۃ شرح الھدایۃ (بیروت، دار الفکر، 1427) 475,474:3

جانے کے بعد تیسری طلاق دے۔ اس لیے کہ ایسی عورت کے حق میں ایک مہینہ ایک حیض کے قائم مقام ہے۔" حاصل کلام یہ کہ طلاق دینے کے مذکورہ بالا طریقے ممنوع اور بدعت ہیں، ایسی صورت میں طلاق دینے والا شخص سخت گناہگار ہو گا۔ لہذا اسلامی تعلیمات کے مطابق جب ضرورت شرعیہ پیش آئے تو طلاق کے معاملے میں سنت طریقے کو اپناتے ہوئے غیر سنت طریقوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" ما احل الله شيئا ابغض اليه من الطلاق" " اللہ تعالیٰ کے نزیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں۔[27]

اسلامی شریعت میں طلاق اگرچہ ایک جائز عمل ہے مگر اس عمل کو اسلام میں ناپسندیدہ عمل سمجھا جاتا ہے۔

خلع:

لغوی مفہوم: خلع یخلع خلعا کا لغوی معنی "اتارنا" ہے جیسے کپڑے اتارنا، جوتا اتارنا وغیرہ۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور کی مقدس وادی میں حکم ہوا: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى[28]

ترجمہ: آپؑ اپنے جوتے اتار دیجئے اس لیے کہ آپ طویٰ کی پاکیزہ وادی میں ہیں۔

قرآن پاک میں میاں بیوی کے تعلق کو لباس کہا گیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[29]

ترجمہ: وہ عورتیں تم مردوں کا لباس ہیں اور تم ان عورتوں کا لباس ہو۔

عورت جب خلع لیتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود اس لباس کو اپنے ہاتھوں سے اتار دیتی ہے اس لیے اسے خلع کا نام دیا گیا ہے۔

---

[27]۔ ابو دائود، سلمان بن الاشعث، السنن مکتبہ دارالسلام، الریاض کتاب الطلاق، حدیث 2177

[28]۔ القرآن (سورۃ طٰہٰ 12)

[29]۔ القرآن 2:187

اصطلاحی مفہوم:

شریعت کی اصطلاح میں یہ طلاق ہی کی ایک قسم ہے جس کا مطالبہ بیوی کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ بیوی کچھ معاوضہ ادا کر کے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے اور شوہر اس معاوضے کا حقدار ہو جاتا ہے۔

خلع کی تحریک زوجین میں سے کسی ایک طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً شوہر یہ کہے کہ میں اس قدر معاوضے پر تم سے خلع کرتا ہوں یا بیوی خاوند سے یہ کہہ دے کہ میں اتنے مال پر تم سے خلع مانگتی ہوں۔ اگر شوہر اسے قبول کر لے تو خلع کا معاملہ مکمل ہو جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے طلاق کا معاملہ اگر شوہر کے ہاتھ میں رکھا ہے تو خلع کا معاملہ بیوی کی صوابدید پر رکھا ہے۔ جب میاں بیوی کے درمیان اس قدر بیزاری، نفرت، بغض یا ناپسندیدگی پیدا ہو جائے کہ رشتہ ازدواج ان کیلئے ایک مصیبت بن جائے تو اس صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا نہ صرف معاشرتی طور پر ناموزوں ہے بلکہ انصاف کا خون بھی ہے۔ جب کوئی عورت کسی بدقماش، فاسق، فاجر، ظالم اور بے انصاف شوہر کے پلے باندھ دی جائے جس سے اس کا ذہنی سکون تباہ ہو کر رہ جائے تو ایسی عورت کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ کچھ معاوضہ ادا کر کے ناپسندیدہ شوہر سے نجات حاصل کر لے۔ خلع کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد بیوی پر معاوضہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

خلع کی اہمیت:

قبل از اسلام کہیں بھی عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ ایک ظالم اور فاسق خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکے لیکن دین اسلام نکاح کو فریقین میں ایک معاشرتی معاہدہ تصورت کرتے ہوئے ہر فریق کو یہ حق دیتا ہے کہ اگر وہ خیال کرے کہ رشتہ ازدواج کا مقصد فوت ہو رہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اسلام سے پہلے عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا اور وہ صرف خاوند کے رحم و کرم پر ہوتی تھی اسلام نے میاں بیوی کو مساوات کے

مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی چھوڑنے کا حق رکھتا ہے تو بیوی کو بھی شوہر سے علیحدہ ہونے کا حق ہے۔ گویا دین اسلام نے مرد اور عورت کو علیحدگی کا حق مساوی طور پر دیا ہے تا کہ گھر جہنم کا نمونہ نہ بن جائے اور بچوں کی تربیت پر بھی برے اثرات نہ پڑیں۔

قرآن سے خلع کا جواز:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَ لَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـئًا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ‌ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ‌ؕ [30]

ترجمہ: اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مال انہیں دے چکے ہو ان میں سے کوئی چیز واپس لے لو۔ سوائے اس کے کہ میاں بیوی کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ اللہ کی حدودں کی قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اس فدیہ میں جو عورت معاوضے کے طور پر دے۔ اسلام نے اس قسم کے نازک حالات میں خلع کی اجازت تو دے رکھی ہے لیکن اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھانے والی عورتوں کیلئے سختی کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کر دی ہے:

أَيُّمَا امرأةٍ سألت زوجَها طلاقًا في غيرِ ما بأسٍ فحرامٌ عليها رائحةُ الجنةِ مشکوٰة

ترجمہ: "جو عورت معمولی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

خلاصہ:

طلاق نکاح کے بندھن کو ختم کر دیتی ہے اس کو کسی بھی معاشرے یا مذہب میں اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کو ناپسند عمل سمجھا جاتا ہے۔ سامی ادیان میں نکاح اور طلاق مذہبی حیثیت رکھتی ہیں۔ البتہ یہودیت میں جہاں اس عمل پر کوئی پابندی نہیں وہاں طلاق کے تمام تر اختیارات کا مالک شوہر کو بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ مسیحیت میں طلاق کا تصور

[30]۔ القرآن 2:229

بھی محال اور ناممکن ہے۔ اگر کسی مرد کی شادی ایسی عورت سے ہو گئی جو بد اخلاق ہے تو اس کی ساری زندگی عذاب اور جہنم بن کر رہ جاتی ہے اسی طرح اگر کسی نیک سیرت عورت کی شادی کسی ایسے مرد سے ہو جاتی ہے جو بد اخلاق اور بد تمیز ہو تو وہ بھی ساری زندگی اسے کے ساتھ گزارنے کی پابند ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی بھی جہنم بن جاتی ہے جبکہ اسلام نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے اسی طرح مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی خلع کے ذریعے اختیارات کا مالک بنایا ہے تا کہ زندگی میں توازن قائم رہ سکے۔ بے جا طلاق دینے والوں کو اور طلاق لینے والیوں کو اسلامی معاشرے میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسلام میں بلا ضرورت یا کسی وجہ کے بغیر طلاق دینے سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات میں طلاق ایسا جائز عمل ہے جو خالق کائنات کی نظروں میں سب سے ناپسندیدہ اور مکروہ فعل ہے۔